خلاصۂ تقریرات

مولینا و بالفضل اولینا شیخ الہند مولوی محمد انور صاحب کشمیری صدر مدرس دار العلوم دیوبند

بمقام سرینگر

متعلقہ مسئلہ قرأۃ خلف الامام - رفع الیدین - امین بالجہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ✦ نحمدہ و نصلے علی رسولہ الکریم

امابعد

سرینگر آنے پر مجھے چند مسایل (جنکے اختلافات سے یہاں کے مسلمانوں میں تفرقہ و خرخشہ پیدا ہو گیا ہے) کی نسبت کچھ بیان کرنیکی ضرورت پڑی ہے۔

مسلمان بھائیو! مجھے متعلق مذہب حنفیہ مسایل صدر پر گفتگو کرنا اور انکشاف اغلاط قاضی شوکانی جوادنی پایہ کا عالم گذرا ہے۔ کرنا ہے۔ میرے کلام میں اصلاح نکرنا۔ مجھے اپنے حال پر چھوڑنا۔ میں کوئی واعظ یا مفتی نہیں بلکہ ایک مدرس ہوں میرے کلام میں آپ لوگ زیادہ تر عربی۔ فارسی الفاظ پائینگے۔ اسکے لئے مجھے معافی دو یا مذہب حنفیہ کے بابت خدا کو حاضر و ناظر جانکر جو کچھ میری علمی تحقیقات میں ثابت ہوا ہے گذارش کرونگا۔ کہ مذہب حنفیہ کی تقلید باعث نجات دارین و فلاح نشاتین ہے۔ اور حضرت امام العالم کے وجوہ استدلال کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہیں۔

قرأۃ خلف الامام مسئلہ قرات خلف الامام کی نسبت موٹے موٹے مختصر دلایل و روایات

ؔ حضرت مولانا نے سلسلہ تقریرات میں قادیانی پارٹی کے عقاید کی تردید اسقدر بوضاحت کی۔ کہ اسکی اوہام پرستی۔ خیال بندی طشت از بام ہو گئی۔ وہ بھی شایع ہو جائینگی۔

پیش کرتا ہوں۔ کہ علامہ ابن القدامہ زمانہ سابقہ کے ایک بڑے علامہ فاضل
محدث گذرے ہیں۔ حنفی نہیں بلکہ حنبلی مذہب کے مقلد تھے۔ آپ نے علم
الحدیث میں ایک بڑی مستند کتاب تصنیف کی ہے۔ جسکا نام مغنی ہے۔
دنیا میں ایسی دوسری کتاب موجود نہیں ہوگی یہ چند اوراق جو کہ خدیو مصر کے
کتب خانہ سے ایک مدنی عالم کے دستخط سے لکھوا کر مجھے دستیاب ہوئے ہیں
ابن القدامہ حنبلیؒ کی کتاب المغنی کی اصلی عبارت یہ ہے قال احمد ما سمعنا
احدا یقول صلی خلف امام ولم یقرأ بفاتحۃ الکتاب لا تجوز صلوتہ
حضرت امام احمد بن حنبل ایک مستند مسلم الثبوت محدث تھے۔ ابن زرعہ آپکے
شاگرد لکھتے ہیں کہ آپکو دس لاکھ احادیث شریف معہ متن واسماء الرجال و اسناد
ازبر یاد تھے۔ ابن زرعہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ حضرت
امام احمد یہ دس لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔ ابن زرعہ نے جواب دیا کہ مجھے آپکے
مجموعہ مرویات و تصنیفات کے احادیث کو فصل فصل تا باب باب سے تفصیل کرکے
دس لاکھ احادیث کی تعداد شمار میں آئی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ باوجود شہرت
عامہ و حدیث دانی کے صرف صحیح و غیر صحیح تین لاکھ احادیث کے حافظ تھے۔
سوچ کرنیکا مقام ہے کہ حضرت امام احمد حنبلؒ باوجود اتنے درجے مجتہد ہونے کے کس قدر اور کس مقام کے محدث
امام اور مجتہد تھے۔ امام العالم مجتہد اول تھے۔ دوسرا حضرت امام شافعی تیسرا
امام مالک چوتھا امام احمد بن حنبل تھے۔ امام احمد حنبل کو اخبار و آثار صحابہ
تابعین میں ایسا علم حاصل ہوا تھا۔ کہ کسی اور کو کم ہی میسر ہوا ہوگا۔ آپ نے
فرمایا کہ اسلام کی تاریخ میں قرن صحابہ و تابعین سے الی یومنا ہذا ہم نے نہیں سنا
کہ کوئی کہتا ہے۔ جبکہ امام قرأت بجہر کرے اور مقتدی قرأت نکرے تو اسکی
نماز جایز نہو سکے۔ میرا اعتقاد یہ ہے۔ کہ حضرت امام بخاریؒ امام الحدیث

اگر اپنے دست مبارک کو بلند کریں۔ تو باعتبار حدیث دانی انکے عرش مجید تک پہنچا سکتے ہیں۔ آپ حضرت امام العالمؒ کے بواسطہ و بغیر واسطہ شاگردوں مثل عبداللہ بن المبارک وکیع بن الجراح ابوبکر بن شیبہ احمد بن المنیع یحیے بن المعین علی ابن المدینی ابونعیم فضل بن وکین عبدالرزاق ہمام مکی ابن ابراہیم حفص بن غیاث اور امام ابو یوسف وغیرہم کے شاگرد تھے۔ آپ نے جزء القرأۃ کا رسالہ لکھا ہے جسمیں ایسے مختلف احادیث کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے جسکا کثیر حصہ قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ پر حاوی ہے[1]۔ مگر سابقہ حضرات محدثین و فقہاء راسخین کے علاوہ میرے استاذ الاساتذہ محدث الوقت شیخ الحدیث مولنا مولوی عبد الرشید گنگوہی نے اسکے جواب باصواب میں ایک مستند رسالہ لکھا ہے اور محدثانہ طریقہ پر اسکا جواب دیا ہے۔ حضرت امام بخاری رح کا فرمودہ وحی الٰہی نہیں ہے نبی نہیں تھے۔ بشر تھے۔ وحی الٰہی اور نبوت خاصۃً حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی ہے۔ جب حضرت امام بخاری نے ہمارے امام العالم مذہب دار کے اجتہادات پر رائے زنی اور حملہ کیا ہے۔ تو ہمکو یہ حق حاصل کیوں نہیں ہوگا۔ کہ ہم حضرت بخاری رح کے فرمودہ اجتہادات پر قیل و قال کرینگے۔ الا حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے حدیث شریف پر بصورت صحت خواہ صحیح بخاری خواہ صحیح مسلم خواہ صحاح ستہ کی کسی اور کتاب میں ہو کوئی شخص کوئی مسلمان چون و چرا نہیں کر سکتا ہے۔ مگر یہ اختلافات اور یہ اجتہادات جو کہ ائمۃ المسلمین میں موجود ہیں احادیث کی تعبیر مراد اور معنی کے فہم و ادراک کے مدارج و مراتب پر مبنی ہیں۔ کتاب المدخل مصنفہ امام بیہقی میں بروایات صحیحہ ثابتہ از حضرت امام ابو حنیفہ رح

---

[1] مولوی محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند فی رسالہ توثیق الکلام فی الانصات خلف الامام اور مولوی محمد انور صاحب نے رسالہ فصل الخطاب و رسالہ خاتمۃ الخطاب تصنیف فرما کر طبع کئے ہیں۔

منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں ماجاء عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فعلی الراس
والعین وماجاء عن الصحابۃ نختار منہم وماجاء من التابعین فہم رجال ونحن
رجال ۔ دوسری روایت میں زاحمنا ہم کے الفاظ موجود ہیں ۔ جب کہ بقول حضرت
امام العالم تابعین تبع تابعین کے اقوال پر بحث ومباحثہ کا مقام حاصل ہے ۔ شوکانی
کے اقوال پر کیوں قیل وقال نہیں کرسکتے ہیں ۔ میں اسکو امام نہیں مانتا ہوں بلکہ
ایک قاضی تھا ادنی تحقیقات کا آدمی تھا ۔ چند کتابوں کی عبارات کو ادھر ادھر
ہیر پھیر کرکے بخیال خود احادیث کو تنقید کرلیا ہے ۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب
کی حدیثوں کو نظر انداز کرکے متعصبانہ روش اختیار کرلی ۔ وہ اسی ہی صدی میں
گذرا ہے ۔ میں بطور دعوی یا فخریہ نہیں بلکہ اپنے وسعت معلومات وتحقیقات کے
لحاظ سے اعلانا یہ کہتا ہوں کہ میرے علمی تحقیقات اسکے تحقیقات سے بدرجہا
بڑھ چڑھکر ہیں ۔ میں نے اسکے اکثر وجوہ استدلال کو ایسے جوابات دئے ہیں ۔
جنکی اطلاع خود شوکانی کی کیا بات اسکی ملکوں کو بھی نہیں ہوگی ۔ مسئلہ قرأت خلف
الامام میں ائمہ کی کثرت احادیث کی کثرت امام ابوحنیفہ کے مذہب کیساتھ
متفق پائی جاتی ہے ۔ اولا ائمہ کی کثرت اسوجہ سے ہے ۔ قال احمد ھذا النبی ؐ
(اشارہ ذہنی ہے) وھذا مالک من المدینۃ وھذا سفیان من الکوفۃ وھذا الاوزاعی
من الشام وھذا لیث بن سعد من مصر ما قالو الرجل صلے خلف رجل ولم یقرء خلفہ
لا تجوز صلوتہ امام مالک امام احمد بن حنبل جہری نمازوں میں وجوب بلکہ جواز بھی نہیں مانتے ہیں
دونوں امام نسبتا امام ابوحنیفہ کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں

لہ اسلامی دنیا میں حنفی مذہب کے مقلدوں کی کثرت اسقدر موجود ہے کہ اسکے مقابلہ میں گویا کہ باقی مذاہب حنبلی
مالکی ۔ شافعی کے متبعین در حکم صفر ہیں ۔ کہتے ہیں کہ موجودہ نفر شماری کے مطابق نو کروڑ مسلمان حنفی المذہب
ہیں ۔ اگر معمولی چند آدمی حضرت امام العالم کے مذہب کی تقلید سے انکار کرکے قاضی شوکانی کے محدود معلومات
کی تبعیت کریں ۔ تو وہ سواد الاعظم کے عدم اتباع پر محمول ہوسکتا ہے ۔

باقی رہا مذہب امام شافعی مجھے یقین نہیں ہے کہ امام شافعی نے اسمیں کیا فرمایا ہے،
کیونکہ کوئی خاص روایت اُنسے منقول نہیں ہے۔ چنانچہ کتاب الام اور کتاب الامام جو
کہ حضرت امام شافعی کی تصنیف کردہ ہیں۔ انمیں وجوب قرات خلف الامام کا کوئی
تذکرہ ہی نہیں ہے۔ مگر اسکے متاخرین اصحاب یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ جب تک حجاز
میں تھے۔ حضرت امام مالک کی خدمت میں شاگردی کرتے تھے۔ یہ مدت تقریباً پچاس
سال کا عرصہ تھا۔ تب تک بفرضیت قراءت خلف الامام قایل نہیں ہوئے۔ جب کہ
آپ مصر میں تشریف فرما ہوئے۔ تب بفرضیت قراءت خلف الامام قایل ہو گئے۔ گویا
صرف دو سال تک فرضیت کے قایل ہوئے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حضرت امام
محمد بن الحسن الشیبانی {شاگرد حضرت امام ابو حنیفہؒ} مصر میں بعدہ بغداد میں فقہ و
حدیث کا درس دیتے تھے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ صرف حضرات حنفیہ ہی نہیں بلکہ حضرات
شافعیہ بھی یہ بات بروایات صحیحہ مانتے ہیں۔ کہ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام محمد
کے شاگرد ارشد تھے۔ چنانچہ حضرات شافعیہ کے کتابوںمیں یہ قول حضرت امام شافعی
سے منقول ہے حملت[1] وقری بعیر من محمد بہر حال دقیق دقیق مسایل فقہیہ حضرت
امام محمد سے اخذ کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا ماصرت[2] فقیہا الا یکتب محمد بن الحسن
اب کثرت احادیث کیطرف رجوع کیجاتی ہے جو کہ خلف الامام قراءت کی ممانعت
پر دلالت کرتے ہیں۔ احادیث سے مافوق یہ آیہ کریمہ ہے کہ حق تعالےٰ نے فرمایا
اذا قری القران فستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ قال احمد اجمعت الامۃ
انہا نزلت فی الصلوۃ اس آیہ کریمہ کے ساتھ دوسرا آیہ کریمہ یہ ہے واذکر ربک
فی نفسک تضرعا و خفیہ بگوش و ہوش سننا چاہئے کہ قران مجید فرمان شاہی ہے

---

[1] میں نے علم کے دو اونٹوں کے بار حضرت امام محمد سے اٹھائے ہیں۔
[2] حضرت امام محمد بن الحسن کے کتابوں ہی کے مطالعہ سے میں فقیہ بن گیا +

ذکر الٰہی بندہ گان کیطرف سے بحضور رب العالمین عرضداشت و گذارش ہے۔ قران شاہی سننے کیوقت سکوت و خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ اور بگوش و ہوش سننا چاہیئے۔ عرضداشت کیوقت اپنے اپنے مطالب مقاصد اپنے اپنے پہلو پر بیان کئے جاتے ہیں۔ بعضے ہلکی آواز۔ بعض اونچی آواز سے۔ یہ طریقہ یہ طرز دنیاوی بادشاہوں کے درباروں میں بھی زیر مشاہدہ ہے۔ شہنشاہ ملک ملکوت کے درگاہ میں کیوں نہیں ہوسکتا۔ ملائکہ اللہ نماز گذاروں کے نمازوں میں شریک ہوجاتے ہیں بدلیل آیہ کریمہ ان قران الفجر کان مشہودا و بحدیث تشہدہ ملائکۃ اللیل والنہار وہ بھی قرآن شریف سننے کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ نہ پڑھنے کیلئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قران شریف صرف امت مرحومہ حضرت رحمۃ للعالمین کیلئے خاص ہے۔ نہ دیگر امم سابقہ و نہ ملائکہ اللہ کیلئے۔ یہ بھی مروی ہے۔ کہ ملائکہ اللہ قران شریف سننے کے مشتاق ہوتے ہیں اور عالم بالا کے مخلوقات اذان و قران شریف کی آواز کو انتظار کرکے ہمہ تن گوش ہوتے ہیں۔ کہ کب یہ آواز کانوں میں آئے۔ حق تعالےٰ بھی قران عزیز کا مستمع ہوتا ہے۔ حضرت مولینا رومی نے اس مضمون کی نوعیت نہایت اچھے پیرایہ میں قالب نظم میں لاکر بیان فرمائی ہے۔ انصتوا گوش کن خاموش باش۔ چون زبان حق نگشتی گوش باش۔ زبان حق سے مراد امام اور گوش سے مراد مقتدی ہوسکتی ہے۔ عقل کی بداہت یہ ہے۔ کہ امام کا مقتدیوں پر مقدم ہونا اور مقتدیوں کا صف بصف پیچھے رہنا۔ یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ امام ہی قران مجید پڑھے۔ اور مقتدی خاموش رہے۔ اور سُنے۔ اگر ہر ایک مقتدی کو قران مجید پڑھنے کی اجازت ہوتی۔ تو امام کی خصوصیت اور تقدم و تاخر کا لحاظ کیا تھا۔ اور کہاں رہا۔ باقی رہا یہ امر کہ مقتدی کیوں تسبیحات التحیات تحمیدات اور تکبیرات انتقال پڑھتا ہے۔ وہ امر پہلے فیصلہ ہوچکا ہے کہ تسبیح و تہلیل وغیرہ

عرض مطالب کے طریقہ پر بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ اختصاص جو کہ قراءت کیلئے رکھا گیا۔ بموجب حدیث شریف من کان له امام فقراءة الامام قراءة له ثابت ہوا ہے۔ و نیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
من صلے رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ رواہ الترمذی و مالک و الطحاوی عن جابر بن عبد اللہ رضہ حضرت امام شافعیؒ کے مقلدین خلف الامام قراءت کی فرضیت کے استدلال پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ عن عبادة بن الصامت قال کنا خلف النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی صلوة الفجر فثقلت علیه القراءة فلما فرغ قال لعلکم تقرؤن خلف امامکم قلنا نعم ھذا یا رسول اللہ قال لا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوة لمن لم یقرأ بها۔ یعنے ایکدن حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اصحاب کی ایک بڑی جماعت شامل نماز تھی۔ قرات قران کے ادا میں انکو خلجان پیدا ہوگیا۔ جبکہ نماز سے فارغ ہوگئے۔ دریافت حال کرنیکے خاطر لعلکم تقرؤن فرمایا { دیکھنا چاہئے۔ اگر خلف الامام قراءت کا حکم ہوتا تو کیوں لعلکم تقرؤن { شاید تم پڑھتے ہو } کے الفاظ سے دریافت کرتے جہر سے سوال نہیں تھا۔ اگر جہر سے ہوتا تو کیوں انکم تجھرون نہیں فرمایا۔ صرف مطلق قراءت کا سوال تھا }

منقول ہے کہ حضرت امام العالمؒ کی خدمتمیں ایک جماعت آئی۔ جنکے افراد امام ہی کے قراءت پڑھنے کی اجازت اور مقتدیوں کے خلف الامام قراءت کی ممانعت کیوجہ سبب دریافت کرنے لگی۔ حضرت امام الھمامؒ نے فرمایا ہر ایک شخص کا کلام کرنا اور عرض حال میں حصہ لینا مناسب نہیں سمجھتا ہوں ایک ہی تندین صاحب الفہم شخص کو انتخاب کرکے بحث و مباحثہ اور بیان کا ذمہ دار بنائیں۔ حاضر ہونے افراد یہ مصلحت معقول سمجھکر ایک شخص منتخب کرگئے جس پر امام الھمام نے فرمایا کہ بحث و مباحثہ اور عرض بیان کا فیصلہ ہوچکا کہ قراءۃ کیلئے امام ہی منتخب ہو کر مقتدیوں کی ذمہ داری کا بیڑا اٹھاتا ہے۔

حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتفعلوا دوسری روایت میں آیا ہے
لاتقرءوا فان کنتم لابد فاعلین فاقرءوا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوۃ لمن لم یقرء بہا ظاہر الفاظ
سے دریافت ہوا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خلف الامام سورہ فاتحہ
پڑھنے کی اجازت دیدی۔ مگر وہ بطور اباحت تھی۔ بلکہ وہ بھی بطور خاطر ناخواستہ سیاق
حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ حدیث مذکور میں بروایت امام ابوبکر بن شیبہ جو کہ حضرت
امام بخاریؒ کے استاد تھے۔ یہ الفاظ وارد ہیں۔ قال لاصحابہ ھل تقرءون خلف امامکم قال
بعض نعم وبعض لا۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے۔ حدیث مرسل کی تعریف یہ ہے کہ تابعی کہئے
قال رسول اللہ درمیان صحابی راوی کا اسم مبارک ذکر میں نہیں لائے۔ مگر حدیث مرسل مطابق
مذہب حضرت امام ابوحنیفہ حجت قابل سند ہے۔ بخلاف مذہب حضرت امام شافعیؒ کہ وہ
حجت نہیں مانتے ہیں۔ کتب احادیث کی تتبع سے دریافت ہوا کہ یہ راوی صحابی حضرت
انس بن مالک تھے۔ یہ اباحت ایک خاص وقت اور خاص حد تک مخصوص محدود تھی۔ وہ بھی
بعد میں رفع ہوئی۔ بدیں وجہ کہ حضرت امام مالک امام احمد بن حنبل۔ امام ابوداود
امام نسائی۔ اور ابن ماجہ القزوینیؒ از حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ فقال ھل قرأ خلفی احد فقال الرجل نعم قال انی
اقول مالی انازع فی القرآن قال فانتہی الناس عن القراءۃ۔ الحدیث حضرت امام مسلم ابوداود
امام نسائی۔ اور ابن ماجہ از حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا انما جعل الامام لیوتم بہ اذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ الحدیث۔ مقتدیوں پر
قرأت کی فرضیت کی تسلیم میں یہ بڑا نقص لازم آئیگا۔ کہ مقتدی ساعۃً فساعۃً یکے
بعد دیگرے آتے ہیں۔ اور امام کے پیچھے اقتدا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورہ فاتحہ کے
اختتام پر بلکہ ضم سورہ کی فراغت پر بھی آتے ہیں۔ خلف الامام شریک نماز ہوتے ہیں
تو سورہ فاتحہ پڑھنے کا موقعہ کہاں آئیگا۔ اس صورت میں فرض کتنے تارک ہوتے ہیں

جوکہ نماز کے بطلاں کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ علاوہ اسکے کہ میں امام نووی شافعی ؒ
کے فرمودہ پر جوکہ معتدی کی قرات کا وجوب تسلیم کرلیتا ہے۔ اعتراض کرتا ہوں کہ اگر
کوئی معتدی آمین کے وقت امام کے ساتھ شریک نماز ہو جائے تو کیا وہ سورہ فاتحہ پڑھے
یا آمین کرے اگر اولاً وہ آمین کہے۔ بعدہ سورہ فاتحہ پڑھے۔ یا اولاً سورہ فاتحہ پڑھے بعدہ
آمین کہے۔ تو تقدیم و تاخیر تغیر و تبدل لازم آئیگا۔ دونوں صورتوں میں ترک واجب
یا ترک سنت کرنا پڑیگا۔ الابقول حضرت امام العالمؒ کہ معتدی آمین کے وقت ہی اگر
آئیگا۔ آمین کہے۔ بعدہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جس پر حدیث گواہ ہے۔ کہ
من ادرک الرکوع فقد ادرک الرکعۃ از صدر اول الی زماننا ہذا یہ مسلمہ مسئلہ ہے۔ اگر
معتدی رکوع کیوقت ہی آئیگا۔ اسکو وہ رکعت محسوب ہوسکتی ہے اعادہ رکعت
کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر قرات ضروری ہوتی۔ تو یہ رکعت ہرگز محسوب نہیں ہوتی چنانچہ
حضرت عثمان بن عفانؓ نے زمانہ خلافت کے پیشتر دعائے قنوت نازلہ محاربہ کفرہ بعد از
رکوع کرتے تھے۔ مگر حضرت عثمان نے یہ ارشاد صادر فرمایا۔ کہ قبل از رکوع کرنا چاہئے۔
لکی یدرک الرکعۃ۔ بالجملہ قرات خلف الامام کے مسئلہ میں حضرات حنفیہ کے دلایل وجوہ استدلال
راجح تر قوی تر ہیں۔ از کردہ دلایل حضرات شافعیہ وغیرہ۔ باقی رہا دعاوی جہلای غیر مقلدیں
وہ میں کبیت العنکبوت تصور کرتا ہوں۔

رفع الیدین ۔ میں مسئلہ ترک رفع الیدیں کی بابت نہایت اختصار سے کام لیکر
بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ رفع الیدین کے کرنے کا کیا مقصد ہے۔ کیوں حکم ہوا تھا۔ اور نماز میں
کیوں ایسا کرنا چاہئے۔ حضرت امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کا مقصد صرف تعظیم الٰہی
بجالانا ہے۔ اسلئے بوقت تکبیر تحریمہ بوقت رکوع بوقت قیام از رکوع کرنا چاہئے۔ لیکن حضرات
حنفیہ دیکھتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا طرز عمل کیا تھا جس پر
وہ عملدرآمد کرتے رہے ہیں۔ بخلاف جماعت غیر مقلدین کہ وہ صحابہ کرام و تابعین کے

اقوال وافعال کو قابل اعتماد وقابل سند نہیں مانتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم
ابتدائی حال میں رفع الیدین کرتے تھے۔ بعدہ ترک کردیا۔ اور صحابہ کا عمل بھی
ابتدا کرنا اور انتہائً نکرنا تھا۔ وانما یوخذ من فعل النبیؐ الاخر فالاخر حضرت
امام ابو حنیفہؒ رفع الیدین کا مقصد استقبال قبلہ جانتے ہیں[1]۔ بدیں وجہ کہ جوارح
واعضائے نماز کے جو جو عمل کرتے ہیں۔ وہ ہاتھ بھی کرتے ہیں۔ مثلاً قیام وقوف
رکوع اور سجود اپنے طرز وطریقہ پر ہاتھ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف
میں وارد ہوا ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہاتھ سجدہ کرتا ہے
جیسا کہ سر سجدہ کرتا ہے۔ بہرصورت ہاتھ کا استقبال قبلہ رفع الیدین کے ضمن میں
آسکتا ہے۔ جبکہ استقبال قبلہ کی صورت بوقت تکبیر تحریمہ رفع الیدین کرنے سے
بظہور آتی ہے۔ پھر دوبارہ کرنیکی ضرورت کیا رہتی ہے[2]۔ حاجی کو حکم ہے جبکہ
وہ خانہ کعبہ میں متصل حجراسود پہنچے تو رفع الیدین کرے بدیں غرض کہ کعبۃ اللہ کا
استقبال زیر نظر رکھے۔ حضرت امام بیہقی ابو بکر بن شیبہ ۔ امام مالک امام نسائی
امام دار قطنی۔ امام طحاوی امام ترمذی امام ابو داود امام محمد بن الحسن وغیرہ کے کتب
احادیث میں ترک رفع الیدین کے بارے میں بہت سے احادیث وروایات وآثار موجود ہیں
حضرت فاروق اعظمؓ حضرت علی ابن ابیطالبؓ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن
عباس حضرت عبداللہ بن عمر جابر بن سمرہ اور براء بن عازب وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ترک رفع الیدین
مروی ہے صحیح بخاری کے حدیث رفع الیدین کا جواب یہ حدیث شریف ہے کہ۔ قال مجاھد
صلیت خلف عبداللہ بن عمرؓ فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین والطحاوی
فی شرح معانی الآثار امام طحاوی امام الحدیث ہم عصر حضرت امام بخاریؒ تھے۔ روی الترمذی

---

[1] حضرات حنفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے قطع تعلقات یعنی جو طرز ذبح النفس مراد ہے۔ رفع الیدین
تمام مباحات دنیوی نفسانی خواہشات سے دست بردار ہونے کیطرف اشارہ ہے +

[2] (حاشیہ، جزوی طور پر پڑھا گیا) سوال ٭ دوسری رکعت میں کیوں رفع الیدین نہیں کیا جاتا ۔ جواب ٭ فارغ ہو کر دوسری رکعت شروع ہوتی ہے
کیلئے رفع الیدین ہے ٭ استقبال اور وقوف ہونے کیلئے قوت ہے

عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ قال الترمذی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اہل العلم من اصحاب النبی [illegible] وہو قول سفیان واہل الکوفہ اور خلفاء اربعہ وعشرہ مبشرہ جنگ بدر کے حضرات حاضرین رفع الیدین کے ترک کے احادیث کو روایت کرتے ہیں۔ ہذا ہو الحق والحق احق ان یتبع

امین بالجہر:۔ یہ ایسا صاف مسئلہ ہے کہ اسکے استدلال میں زیادہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مدۃ العمر اخفاء آمین کیا کرتے تھے۔ اور ایسا ہی حکم بھی دیا ہے۔ صرف تین بار یا تین بار سے زیادہ امین بالجہر کیا ہے۔ اثبات سنت کیلئے نہیں۔ بلکہ صرف موقعہ آمین اور طریق خواندن امین کی تعلیم کیلئے کیا ہے۔ مثال اسکی یہ ہے۔ کہ حضرت عمر فاروقؓ نے سبحانک اللہم کے کلمات بجہر پڑھے ہیں۔ دوسری مثال جو کہ حضرات حنفیہ بھی بعض مواقع پر مانتے ہیں کہ امام کبھی کبھی دعائے قنوت باواز بلند پڑھے۔ بصورتیکہ اگر مقتدیوں کو یاد نہیں ہوگا صرف تعلیم یاد دہانی کے خاطر نہ بصورت دوام واستحباب حضرت وائل بن حجرؓ نے امین کی روایت میں یہ فرمایا ہے کہ رفع صوتہ حتی سمع من یلیہ من الصف الاول یعنے امین ایسا کیا کہ جو مقتدی حضرت آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ بالکل متصل تھے۔ انہوں نے سن لیا۔ معجم طبرانی میں یہ حدیث شریف موجود ہے۔ کہ حضرت رسول مقبولؐ نے تین ہی دفعہ امین بالجہر کر دیا۔ یہ روایت ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں نقل کی ہے جسکا مدعا حافظ ابن حجر شارح بخاری شریف نے اور حضرت امام زرقانی شارح مواہب لدنیہ بیان کر دیا ہے۔ کہ تین ہی نمازوں میں آپ نے آمین بالجہر کر دیا۔ بعض غیر مقلدوں کو بڑی غلط فہمی یہ ہوتی ہے۔ جو کہ تین نمازوں کے بجائے ہر ایک نماز میں تین تین دفعہ امین امین امین کہنے کا معنے سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقہ بہیچ وجہ ثابت

لے آپکے مناقب ومدائح خود رسول مقبولؐ نے فرمایا کر یہ ارشاد صادر کیا۔ کہ رضیت لامتی ما رضی بہا ابن ام عبد وسخطت لامتی ما سخط بہا ابن ام عبد۔ یہ بھی فرمایا ہے استقرؤا القران من اربعۃ من عبد اللہ ابن مسعود۔ الحدیث۔ تمسکوا بعہد ابن ام عبد الحدیث۔ ما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ۔ الحدیث۔ ؎۲ آپ یمن کے گاؤں میں ایک قریہ یعنے حضرموت کے باشندے تھے مسلمان ہو کر رسول اللہؐ کے ساتھ چند نمازیں پڑھکر واپس بوطن چلے گئے۔

نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام احمد بن حنبل ابو یعلی الموصلی۔ امام طبرانی امام دارقطنی امام حاکم ابو عبد اللہ از حضرت وایل ابن حجر روایت کرتے ہیں انہ صلے مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال امین واخفی بہا صوتہ حضرت امام طحاوی نے جو کہ از اعیان امت امام الحدیث اور آثار و اخبار صحابہ و تابعین کے علم میں کم از امام بخاری نہیں تھے وایل بن حجر سے روایت کی کہ حضرت عمر الفاروقؓ حضرت علی المرتضیٰؓ نہ بسم اللہ و نہ آمین بالجہر پڑھتے تھے۔ سنن امام ترمذی میں جسکی نسبت علمائے حدیث یہ کہتے ہیں کانہ نبی ینطق وایل بن حجر کی دوسری روایت موجود ہے۔ ان النبی قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال امین وخفض بہا صوتہ۔ جہر الامین وارتجاج المسجد بہا۔ کی حدیث بدین وجہ ضعیف ہے کہ اسکا راوی بشر بن رافع ہے۔ تقریب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ بشر بن رافع ضعیف الحدیث اور سوء الحفظ ہے۔ ابن القطان اپنی کتاب اسماء الرجال میں لکھتا ہے۔ کہ بشر بن رافع ابو الاسباط النجرانی ضعیف ہے صحیح البخاری کے حدیث شریف اذا امن الامام فقولوا آمین سے ہرگز ہرگز جہراً آمین مراد نہیں ہے کیونکہ لفظ فاجہروا نہیں ہے۔ قولوا۔ کو فاجہروا کا ترجمہ کرنا بالکل بعید از انصاف ہے۔ اور معنی حدیث میں بلا وجہ تاویل کرنا پڑتا ہے۔ بدینوجہ کہ سمع اللہ لمن حمدہ۔ ربنا لک الحمد اور التحیات پڑھنے میں قولوا وارد ہوا ہے۔ جس کا آہستہ پڑھنا مسنون بالجہر مکروہ بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

وله فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ای آنکه همه خیری و خیری نمبری	باران صفت و بحر سمت ابر مطیری
معراج تو کرسی شده و سبع سماوات	فرش قدمت عرش برین سدره سریری	بر فرق جهان پایه پای تو شده ثبت
هم صدر کبیری و هم بدر منیری	ختم رسل و نجم سبل صبح هدایت	حقا نذیری تو الحق بشیری
آدم بصف محشر و ذریت آدم	در زیر لوایت که خطیبی و امیری	یکتا که تو مرکز هر دایره یکتا
تا مرکز عالم تو ای بی مثل نظری	کس نیست ازین امت تو بگنه جوانوبر	بار روسیاه آمده و موی زریری ۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ✤

مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

قاضی غلام الدین صاحب (منشی فاضل) محلہ ڈبہ تل سرینگر سے بقیمت مل سکتی ہے